Lesson 4: Nahl (Ayaat 65- 79): Day 16

سُوْرَۃُ النّحل کی تفسیر

اگلی آیت میں مزید کچھ اور چیزوں پر غورو فکر ہے۔انسان کی اپنی زندگی کے اندر جو مختلف ادوار ہیں اس کا ذکر ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾

اور خدا ہی نے تم کو پیدا کیا۔ پھر وہی تم کو موت دیتا ہے اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہایت خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور (بہت کچھ) جاننے کے بعد ہر چیز سے بے علم ہو جاتے ہیں۔ بے شک خدا (سب کچھ) جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔

یعنی ان ساری با مقصد چیزوں کے بعد انسان کا تذکرہ پڑھنا اور سننا کیسا لگ رہا ہے کہ زندہ ہو آج تو پھر فوت ہو جاؤ گے وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں۔ اَرْذَلِ الْعُمُرِ, دوسروں کے اوپر بوجھ بن جاتا ہے اس وقت دوسرے بھی دعائیں کرنے لگ جاتے ہیں چپکے چپکے کہ کسی طرح اللہ انکی مشکل آسان کر دے۔لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا تا کہ نہ جانے علم رکھنے کے بعد بھی کچھ۔یعنی پہلے بڑا علم والا تھا، بڑی باتیں کرتا تھا اور پھر اس کے بعد کچھ نہ ہو آج کتنا علم ہے، یاداشت اور بوڑھے ہونے کے بعد انسان وہی بات دہراتا جاتا ہے۔

باپ اور بیٹے کی کہانی ہے، باپ بوڑھا تھا اور بچہ جوان تھا، کھلی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دور درخت پر دیکھا تو چڑیا تھی باپ نے کہا، بیٹے یہ کیا ہے، بیٹے نے کہا ابا یہ چڑیا ہے، درخت پر بیٹھی ہے، چند منٹ گزرے پھر کہا بیٹا یہ کیا ہے پھر اس نے بتایا کہ ابا یہ چڑیا ہے یہ درخت پر بیٹھی ہے، جب دو تین دفعہ بابا جی نے یہ بات کہی تو بیٹا غصے میں آ گیا، ابا تمھیں بتا تو دیا ہے کہ یہ درخت ہے اور یہ چڑیا ہے۔ بیٹا غصّے

میں بولا تو باپ اٹھ کر اندر چلا گیا اور پرانے سے صندوق سے ایک کاپی نکال کر باہر آ گیا، کہا بیٹا یہ کھولو اور پڑھو، جب اس نے کاپی کھولی تو اس کے ہر صفحے پر یہ لکھا ہوا تھا کہ ابا یہ کیا ہے اور نیچے لکھا ہوا تھا کہ بیٹا یہ چڑیا ہے۔ اگلے صفحے پر دیکھا تو وہاں بھی یہی لکھا ہوا تھا حتیٰ کہ پوری کاپی پر یہی لکھا ہوا تھا، کہا ابا یہ کیا ہے، باپ بولا کہ بیٹا یہ اس وقت کی کاپی ہے جب تو بچہ تھا۔ ایک دن میں تیرے ساتھ باغ میں بیٹھا ہوا تھا تو دور ایک درخت پر چڑیا کو دیکھ کر تو نے کہا ابا یہ کیا ہے، تو میں نے بڑے پیار سے کہا بیٹا یہ چڑیا ہے۔ تمہارا یہ پوچھنا مجھے اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ تو جتنی بار کہہ رہا تھا میں اس کو اپنی کاپی میں لکھ رہا تھا لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا بوڑھے بھی بعد میں بچے بن جاتے ہیں۔ ہم بچوں سے بار بار بعض دفعہ وہ بات کرواتے ہیں کہ ایک دفعہ دوبارہ کہو بیٹا ایک دفعہ پھر سنانا اور جب بوڑھے ہوتے ہیں تو ہم کیسے ان سے جھنجلاتے اور چلاتے ہیں یاد رکھیں اگر زندگی باقی رہے تو ہم سب نے بوڑھے ہونا ہے لیکن اَرْذَلِ الْعُمُرِ آنے سے پہلے کچھ کریں۔

یاد رکھیں جو لوگ اپنی زندگی اللہ کے دین پر وقف کرتے ہیں ان پر اَرْذَلِ الْعُمُرِ نہیں آتی وہ اسی نوے سال کے ہو کے بھی بالکل صحت مند زندگی گزارتے ہیں۔ یعنی وہ دوسروں پر بوجھ نہیں بنتے۔ جو جوانی میں عبادت کرتا ہے، بڑھاپے میں بھی اس کا جسم بالکل صحیح رہتا ہے۔ اسی طرح اگر آپ قرآن پڑھتے ہیں اللہ یادداشت کم نہیں کرتا۔

ہم نے اپنے خاندان کے بوڑھوں کو دیکھا ہے کی آج بھی بغیر عینک لگائے اخبار پڑھ لیتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے چیزوں میں برکت آتی ہے۔ برکت کا تصور ہی یہی ہے کہ اللہ تھوڑے کو زیادہ کر دے۔ کہا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ بیشک اللہ خوب جاننے والا اور قدرت والا ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں ہماری صلاحیتیں ہیں۔ مت فخر کیا کریں اپنے سننے، پڑھنے، لکھنے، بولنے پر۔ انسان کو اپنے آنے والے وقت سے پہلے کچھ کر لینا چاہیے۔ پھر اس کے بعد آیت نمبر 71 سے لے کر 76 تک ایک ہی ٹاپک ہے اور اس کا موضوع

ہے کہ تم تو اپنے جیسے انسانوں کو چیزیں نہیں دیتے، تو اللہ نے کیسے دی ہو نگی یعنی شرک اور توحید کا فرق جو لوگ بزرگوں کے ناموں کے ساتھ کچھ چیزیں جوڑ دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالی کہتے ہیں ذرا عقل سے سوچو تو سہی، کیا؟

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ فِى الرِّزۡقِ‌ۚ فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا بِرَآدِّىۡ رِزۡقِهِمۡ عَلٰى مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ‌ ؕ اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۷۱﴾

اور خدا نے رزق (ودولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے ہیں نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں۔ تو کیا یہ لوگ نعمت الہیٰ کے منکر ہیں

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض کے معاملے میں رزق پر فضیلت دی۔ کوئی کروڑپتی ہے تو کوئی بیچارہ سفید پوش ہے۔ رزق سے مراد صرف مادی اسباب اور وسائل نہیں ہیں۔ جسمانی، ذہنی، دماغی اور قلبی صلاحیتیں بھی مراد ہیں۔ اس دنیا میں بہت ورائٹی ہے۔

پاکستان اور دوسرے ممالک میں رہنے والے بچوں کی سکلز (صلاحیتوں) میں بہت فرق ہے۔ تو یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالی نے یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے تاکہ دنیا کا نظام چلتا رہے۔ دنیا کے سب لوگ کھاتے پیتے ہوں تو دنیا کے وہ کام جو چند غریب لوگ اپنی مجبوریوں کے ناطے سے کر دیتے ہیں، وہ کام کون کرتا۔ اسی طرح اگر سب لوگ عقلمند ہوتے تو پھر وہ کمزور لوگ جن کو دیکھ کر انسان شکر کے کلمے ادا کرتا ہے وہ کیسے کرتا۔ پھر تو کوئی دنیا کا نظام ہی نہ چلتا۔ دنیا میں جب کسی کو اپنے سے اوپر دیکھیں تو حسد نہ کریں اور نہ اس کے جانے کی دعا کریں۔ بہت خوبصورت حدیث ہے کہ دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر والوں کو دیکھو تو تمہیں اپنا دین کا کام تھوڑا لگے گا، دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو تو دنیا کی نعمتیں اچھی لگیں گی۔

ہمارا حال بالکل اُلٹ ہے۔ دین کے معاملے میں ہم اس کو دیکھتے ہیں جو بالکل نمازیں بھی نہیں پڑھتا کہ چلو ہم نماز تو پڑھتے ہیں۔ کبھی ہم نے اپنا تقابل امام بخاری، امام کعبہ اور قاری مشاری سے کیا۔ کبھی اپنے فہم کو آج کے بڑے بڑے علماء کرام سے ملایا۔ دین کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے اوپر والے کو دیکھیں تو انسان خوش رہے گا، جرأت، ہمت پیدا ہو گی۔ دل چاہے گا کہ میں کچھ اور کروں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ جب دوسری جگہوں پر علم سکھانے جاتے تھے تو ہزاروں کے نہیں لاکھوں کے مجمعے ہو جاتے تھے۔ جس نے یہ بات بیان کی تو لوگوں نے پوچھا کہ وہ سناتے کیسے تھے، اس دور میں مائیک نہیں تھے۔ کہا، چار لائنیں ہوتیں، تو ہر لائن پر ایک شخص کھڑا ہو جاتا، ادھر سے وہ بولتے تو سب سن لیتے جہاں تک آواز جاتی، ان میں سے پھر ایک بندہ وہ جملہ بولتا تھا تو پیچھے آواز جاتی اس طرح پیچھے سے پیچھے بات پہنچتی۔ اس کام میں دس منٹ لگ جاتے۔ جو پہلے سن چکے ہوتے تھے وہی بات دس پندرہ منٹ بعد پیچھے جاتی تھی۔ تو علم کا شوق تھا۔

ایک دیندار جب کسی بستی میں آتا تھا وہ پورا شہر امنڈ آتا تھا۔ امام مالک اور امام احمد کے حالاتِ زندگی پڑھیں، ان کی اتنی شان تھی کہ جس طرح آج کسی گلوکار اور سنگر کے آنے پر ہاؤس فل ہو جاتے ہیں اس طرح لوگ علم کی بنیاد پر لوگوں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اللہ صلاحیتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ آج اگر کام نہ کرنا ہو تو ہمارے پاس سارے ریسورسز (ذرائع) موجود ہوتے ہیں ہم نہیں کرتے تو اللہ تعالی کہتے ہیں فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا وہ لوگ جن کو فضیلت دی گئی، یعنی جن کو ہم نے دنیا میں زیادہ دیا ہے بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ اَيْمَانُهُمْ، وہ تو نہیں ہیں لوٹانے والے اپنے رزق کو غلاموں پر فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تاکہ وہ برابر ہو جائیں۔

ترجمے کے اعتبار سے مشکل آیت ہے۔ ایک ہی جملے میں اس کا معنی یہ بنا کہ جن کو اللہ نے دنیا میں رزق میں فضیلت دی ہے وہ اپنے رزق اپنے مال کو اپنے غلاموں کے ساتھ آدھا نہیں بانٹ لیتے، تاکہ

انکااور انکے غلام کارزق برابر ہو جائے۔ ہم اپنی کام کرنے والی ماسی کو سو کی بجائے ڈیڑھ سو بھی دے دیں گے، ایک جوڑے کی بجائے دو جوڑے بھی دے دیں گے۔ کبھی ہم نے ایسا کیا کہ اپنے بینک کی پوری رقم میں سے آدھی رقم اس کو دے دیں کہ تجھ کو مجھ سے مانگنا نہ پڑے، آدھے تیرے آدھے میرے، ہزار گز کا گھر ہے تو اس میں سے پانچ سو گز کا میرا 500 گز کا تیرا۔ انسان کی فطرت ہی نہیں ہے۔ اپنے بہن بھائیوں کو کوئی نہیں دیتا تو ماسی کو کون دے۔

تو اللہ تعالی کہتے ہیں کہ تم انسان ہو کر اپنی جائیدادیں دوسروں میں نہیں بانٹتے کہ چلو وہ بھی تمھاری طرح کھاتے پیتے ہو جائیں تو اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ اصل میں اس کے پیچھے ایک کونسیپٹ (نظریہ) ہے کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے بزرگوں کو کچھ اختیار دے دیا ہے۔ کسی کو بیٹے دے دو کسی کو مال و دولت دے دو، تو اللہ نے لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ تم نہیں کرتے تو کیا میں نے عبد اللہ شاہ غازی کو کہہ دیا کہ سارے بیٹے تم رکھ لو اور جو بیٹا مانگے اس کو دیتے جاؤ۔ شرک کے ردّ کو بتایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ کائنات کا نظام چل ہی نہیں سکتا جب تک دنیا میں یہ فرق نہ رہے۔ اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ میں سوال پیدا ہوتا ہے اللہ کی نعمت کا انکار کیا ہے تو پہلی بات یہ ہے کہ یہاں نعمت سے مراد 'احسان' ہے کہ کیا تم اللہ کے احسانات کو نہیں مانتے۔ اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا ہے، پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو بندوں کے نام منسوب کرنا لوگ کہتے ہیں پیراں دیتا، مشکل کشا، یہ اللہ کے ساتھ انکار ہے۔ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ میں نے تو کسی کو نہیں کہا کہ یہ داتا ہے، یہ مشکل کشا ہے۔ مشکل کشا تو میں ہوں۔ جب لوگ دوسروں کے ساتھ یہ معاملات کرنے لگ جاتے ہیں تو اللہ تعالی کہتے ہیں کہ یہ ناشکری ہے اور یاد رکھیں کہ دینے والا اور لینے والا کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

خالق اور مخلوق میں تو فرق ہی یہی ہے، ہم سب منگتے اور اللہ دینے والا ہے۔ تو گویا کہ اس قسم کے شرک کو اپنی زندگی سے نکالنا ہے۔ پھر اس کے بعد ایک اور نعمت آیت نمبر بہتر میں بالکل ہی گھریلو بات ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۙ﴿۷۲﴾

اور خدا ہی نے تم میں سے تمہارے لیے عورتیں پیدا کیں اور عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں۔ تو کیا بے اصل چیزوں پر اعتقاد رکھتے اور خدا کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں

لفظ 'زوج'، اردو میں شریک حیات کے لئے بولتے ہیں۔ یعنی مرد ہے تو بیوی، بیوی ہے تو مرد کے لئے بولتے ہیں۔ شوہر اور بیوی دونوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ کیا ہم اس پر شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمارے شوہر ایک انسان ہیں۔ اگر وہ جن ہوتے یا شیر سے شادی ہوتی تو کیسا ہوتا۔ کتنی بڑی نعمت ہے۔ کچھ بھی نہ ہو لیکن مرد کا اپنی جنس سے ہی ہونا بہت بڑی بات ہے۔۔ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ دیکھو تمہاری بیویاں نعمت ہیں۔ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عورت کو بنایا۔ پھر وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْ تمہاری ان بیویوں سے تمہارے بیٹے بنائے اور بیٹیوں کے وَحَفَدَةً پوتے دیے۔ یہاں شوہر بیوی کے رشتے کا حسن بتایا جارہاہے، سورۃ روم آیت نمبر 21 میں بھی بعد میں ہمیں اس کو تفصیل سے دیکھیں گے وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی طرف (مائل ہوکر) آرام حاصل کرو۔

حقیقی بات ہے کہ جو شوہر اور بیوی کا رشتہ ایسا رشتہ ہے کہ دنیا میں اس کے برابر کا کوئی رشتہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ایک سادہ سی مثال ہے کہ دنیا میں جو سب سے پہلے رشتہ قائم ہوا وہ شوہر بیوی کا تھا۔ اللہ تعالی یہ بھی تو کر سکتے تھے آدم علیہ السلام کی ماں پیدا کر دیتے۔ ماں کے ساتھ وہ تعلق نہیں ہو سکتا، اس کے ساتھ وہ حدیں نہیں ہو سکتیں جو بیوی کے ساتھ ہوں گی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ماں پیدا ہو جاتی، نسل کیسے بڑھتی۔ یہاں صرف نسلوں کو بڑھانے کی طرف اشارہ ہے، فطرت کا اصول ہے کہ پہلے بچے ہوتے ہیں، پھر بچوں کے بچے ہوتے ہیں۔ اور لفظ پوتا حفدہ آیا ہے۔ اس کو بھی اچھی طرح سمجھ لیں۔ یہ لفظ قرآن میں واحد جگہ پر آیا ہے، آگے نہیں آئے گا۔ حفید پوتے کو کہتے ہیں وَحَفَدَةً حفید کی جمع ہے، تیز دست خادم کو بھی کہتے ہیں۔ کئی مختلف معنی ہیں۔ بیٹوں کے بارے میں بیٹیاں، بیوی کے بچے، ابن مسعود کہتے ہیں کہ یہاں وَحَفَدَةً سے مراد داماد ہے۔ یعنی اپنے بیٹے اور داماد۔

داماد، بیٹیوں کی نسبت زیادہ قدر دان ہوتے ہیں۔ جو بھی سمجھیں لیکن یہاں مراد ہے کہ انسان کی طبیعت کے اندر ہے کہ اس کی نسل بڑھے۔ پوتے کے لفظ کے ساتھ جو بھاگنا ہے تو کبھی بوڑھوں کو دیکھا کریں کہ پوتے، پوتیاں ان کو بھگاتے ہی رہتے ہیں۔ تھک جاتے ہیں لیکن وہ نہیں تھکتے۔ کہا کہ تم کیوں سست ہو رہے ہو۔ ابھی تمہاری اوروں کو ضرورت ہے۔ اللہ تعالی نے یہاں ایک مضبوط فیملی سیٹ اپ کی بات کی ہے۔ بیوی کی قدر کرو کیونکہ وہ تمہاری نسل بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ وہ تمہاری نسل بڑھانے کے لئے جو درد اٹھاتی ہے، وہی درد تمہاری ماں نے تمہارے لئے اٹھائے تھے۔

بیوی اور ماں میں مماثلت ہے۔ تمہاری ماں نے جو تمہیں پیدا کرنے کے لئے درد اٹھایا تھا وہی درد تمہاری بیوی تمہاری نسل کو پیدا کرنے کے لئے اٹھاتی ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ بچے ماں کی فوج ہوتے ہیں۔ کیسا خوبصورت نظام ہے۔ سوچیں ایک صورت تو یہ تھی کہ دنیا میں سب کچھ اکھٹا ہی بن جاتا۔ ہم دنیا میں آتے تو بیوی پوتے، پوتیاں، نواسے سب کچھ ساتھ ہوتا۔ وَحَفَدَةً پوتے نواسیوں سب

کے لئے آتا ہے۔ عربی زبان میں اس کا اطلاق سب پر ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے بعد پھر دل بھر جاتا۔ اس لئے میرا اپنا تجربہ ہے کہ جب تم گھر بناؤ تو سب کچھ ایک دفعہ اکھٹا نہ خرید لو۔ ایک دن تو آپ بہت خوش ہونگے لیکن کچھ دن کے بعد دل بور ہو گا۔ ایک ایک چیز کر کے لیں۔ وقفے کے بعد ، تاکہ گھر میں تبدیلیاں آتی رہیں۔ یہی تصور نسلوں میں ہے۔ بہت جگہوں سے سنا ہے کہ اپنے بچوں کو تو پوچھتے نہیں تھے پوتوں، نواسوں میں جان ہے۔ پوتوں اور نواسوں کے معاملے کی بہت ساری مثالیں ہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حسین سے بہت محبت کرتے تھے ان

کو اپنے کندھوں پر اٹھاتے تھے۔ بعض دفعہ آپؐ نماز کے اندر اپنی نواسی حضرت امامہ کو اٹھالیا کرتے تھے۔ یہ اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں۔ ان سے خوشی ہونی چاہیے۔ آج ویسٹ کے نظام میں کیا ہوا، یہ نہیں پتہ کہ بیٹا کس کا ہے تو پوتے کا کیا پتہ ہو گا کہ کس کا ہے۔ ہماری روایات میں یہ تھا کہ جب کسی کو ملتے تو پوچھتے کہ کس کے بیٹے ہو، پھر اس کے بعد پوچھتے کہ کس کے پوتے ہو، تمہارا دادا کون تھا۔

اسلام اتنا مضبوط فیملی سیٹ اپ دیتا ہے کہ بندہ ادھر سے ادھر ہو ہی نہیں سکتا۔ تو لہٰذا ان چیزوں کی قدر کریں۔ دوسری بات یہ کہ جب بیٹا جوان ہوتا ہے، تو انسان ریٹائرڈ ہو چکا ہوتا ہے۔ تو ان نعمتوں کو انجوائے کرنا چاہیے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اک بچہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیار کیا۔ بچوں پہ پیار آنا بھی انسان کے دل نرم ہونے کی علامت ہے۔ تو ایک صحابی بیٹھے تھے تو اس نے کہا اللہ کے نبی، میرے توں دس بچے ہیں میں نے تو ان سے کبھی پیار نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ نے تیرے دل سے نرمی نکال دی تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ تو بچوں سے پیار کیا کریں۔

ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانوں سے محبت کرنی چاہیے۔ نرمی پیدا ہو، دوستی ہو، اسی لئے آگے اللہ نے فرمایا اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ کیا پھر یہ باطل پر تو ایمان لاتے ہیں وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ اور کیا پھر یہ اللہ کی نعمت کا کفر کرتے ہیں۔ یہاں ان کی غلط تربیت اللہ کی نعمت کا کفر ہے۔ شوہروں کا اپنی بیویوں کے ساتھ معاملہ غلط ہو یا پھر اپنے بچوں کی غلط تربیت کرتے ہوئے ان کے لئے غلط راستے رکھ دینا، یہ ناشکری ہے۔ آپ اپنے پوتے، نواسوں کو خوب کھلائیں، پلائیں کپڑے پہنائیں لیکن اگر آپ ان کے اخلاق اور دین کی تربیت نہیں کرتے تو یہ نعمت کی ناشکری ہے۔ اور بار بار اس سورت میں نعمتوں کے ساتھ ناشکری اور شکر کا تذکرہ کرتے ہیں۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۚ﴿۷۳﴾

اور خدا کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمین میں روزی دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ کسی اور طرح کا مقدور رکھتے ہیں۔

اشارہ ہے مشرکین مکہ کے تلبیہ کی طرف۔ جیسے ہم حج پر جاتے ہیں تو پڑھتے ہیں لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ مشرکین مکہ جب حج کے دنوں میں پڑھتے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اسکے بعد دو جملے بڑھا دیتے تھے۔ کہ اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں، ہاں مگر جس کو تو خود شریک کرلے، تو مالک ہے۔ اس کا اردو میں ترجمہ ایسے بنتا ہے کہ اللہ تیرا شریک ہے تو کوئی نہیں مگر وہ تیرا شریک ہے جس کو تو خود اپنا شریک بنالے۔ اس کی طرف اشارہ ہے کہ کیا ان کو اس چیز کی سمجھ نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں ہو سکتا۔ آج بھی اگر دیکھیں تو عیسائیوں کا عقیدہ کیا ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ دو خدا ہیں، تین خدا ہیں۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ تو (لوگو) خدا کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ۔ (صحیح مثالوں کا طریقہ) خدا ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اللہ کے لیے مثال کیسی ہے، اسی سورت کی آیت نمبر 60 میں ہم پڑھ چکے ہیں وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اللہ کی مثال سب سے بلند ہے۔ اللہ کی مثالیں بیان کرنے سے مراد کچھ لوگوں کا یوں کہنا، جیسے دنیا میں کسی چھت پر چڑھنا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر چھت پر جانا ہو تو سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اگر اللہ تک جانا ہے تو بزرگوں کی ضرورت ہے۔ اس سے مراد ہے کہ تم انسانی معاملات کو اللہ کے ساتھ لیتے ہو۔ ایسی باتیں نہیں کرنی، اس سے تو شرک آجاتا ہے۔ سورہ شعراء میں ہم پڑھیں گے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اللہ کی تو مثال جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔

لہٰذا اللہ تعالی کے لئے کبھی بھی کوئی ایسی مثال نہیں رکھنی چاہیے، جو ہمارے لئے ہو۔ مثلاً ہم اللہ تعالی کو شافی کہہ سکتے ہیں لیکن ہم اللہ کو ڈاکٹر نہیں کہہ سکتے کہ اللہ شفاء تو دیتا ہے لیکن وہ ڈاکٹر نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالی کی سند کاری، کاریگری کا تذکرہ قرآن میں کر سکتے ہیں لیکن ہم اللہ تعالی کو انجینئر نہیں کہہ سکتے، اس لیے ہمارے اسلاف اللہ تعالی کی صفات پر بات کرتے ہوئے بہت محتاط ہوتے تھے۔ تو اللہ تعالی کہتے ہیں کہ شرک پھیلتا ہے تب ہے جب تم انسانوں پر قیاس کرتے ہو۔ انسانوں کے پاس جب پیسہ آجائے تو مغرور ہو جاتے ہیں۔ وہ کسی کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اسی طرح اس کے بعد جب آپ اللہ کے بارے میں سوچنے لگیں گے تو یہ شرک ہو گا۔ تو فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اب اس کے بعد اگلی مثال میں یہ موضوع اور اچھی طرح سمجھ آئے گا

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ خدا ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے جو (بالکل) دوسرے کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے (بہت سا) مال طیب عطا فرمایا ہے اور وہ اس میں سے (رات دن) پوشیدہ

اور ظاہر خرچ کرتا رہتا ہے تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟(ہر گز نہیں) الحمد للہ لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھ رکھتے۔

یہاں بھی ایک بندے کی مثال ہے کہ یہ ایک ایسا غلام ہے جس کا کوئی اختیار نہیں ہے یعنی ایک ایسا مجبور بندھا ہوا غلام ہے جو اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ دوسرا کون ہے وَّمَنۡ رَّزَقۡنٰهُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے (بہت سا) مال طیب عطا فرمایا ہے، فَهُوَ يُنۡفِقُ مِنۡهُ سِرًّا وَّجَهۡرًا وہ اس میں سے چھپ کر اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے۔ چھپا کے بھی دیتا ہے اور دِکھا کے بھی دیتا ہے۔ رزق میں وہ سب کچھ مال، صلاحیتیں آتی ہیں جو لوگ خرچ کرتے ہیں۔ شہد کی مکھی کی طرح شہد بھی آتا ہے۔ هَلۡ يَسۡتَوٗنَ ؕ کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ کون دونوں، عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا ہاتھ بندھا ہوا وہ غلام جو کچھ کر ہی نہیں سکتا اور اس کے مقابلے میں ایک آزادی سے خرچ کرنے والا۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

برابر نہیں، تو کہا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ ساری تعریفیں اللہ کے لئے پھر اللہ کے مغلوب بندے جب اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ؕ کی بات کرتے ہیں کیا وہ اَلۡغَنِىُّ الۡوَدُوۡدَ کے برابر ہو سکتے ہیں۔ ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ بندوں سے رب والی توقعات نہ لگائیں۔ بندے بندے ہیں اور رب رب ہے لیکن بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اسی طرح بعض لوگوں نے مثال دی ہے کہ یہ جو دوسرا شخص ہے جو دن رات خرچ کرتا ہے یہ وہ شخص دن رات اللہ کے دین کی خدمت میں مصروف ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے۔ لوگوں کو خیر دے رہا ہے۔ دولت ہے تو اللہ کے راستے میں دولت لگا رہا ہے۔ اور ایک وہ دوسرا ہے جس کے پاس یہ چیزیں ہیں بھی تو اختیار نہیں ہے تو فرمایا یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ دو لوگوں پر رشک جائز ہے دیکھیے دنیا میں کتنی نعمتیں ہیں ان سب کو چھوڑ کر صرف دو لوگوں پر بات کی

ایک وہ جس کو اللہ نے علم دیا ہو اور وہ اس کو لوگوں کے ساتھ شئیر کرتا ہوں اور دوسرا وہ جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ دن رات اس کو اللہ کے دین پر خرچ کرتا ہوں تو فرمایا ان دونوں پر رشک کرو کہ اللہ ہمیں ایسا کر دے اس کے علاوہ کسی دوسری چیز پر نہ کرو۔ تو اللہ سے دعا کریں کہ اگر اللہ تعالی ہمیں نعمتیں دیتا ہے تو اس کو اپنے راستے پر لگانے والا بھی بنادے اب ایک اور مثال ہے پہلی مثال میں ایک مجبور شخص اور ایک آزاد شخص ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّههُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٦﴾

اور خدا ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ دو آدمی ہیں ایک اُن میں سے گونگا (اور دوسرے کی ملک) ہے (بے اختیار وناتوان) کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے مالک کو دوبھر ہو رہا ہے وہ جہاں اُسے بھیجتا ہے (خیر سے کبھی) بھلائی نہیں لاتا۔ کیا ایسا (گونگا بہرا) اور وہ شخص جو (سنتا بولتا اور) لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے راستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں؟

رَّجُلَيْنِ سے تثنیہ یعنی دو ان میں سے ایک گونگا ہے، جیسے پیچھے بھی ہم نے پڑھا ہے صُمٌّ بُكْمٌ تو بُكْمٌ پیدائشی گونگے کو کہتے ہیں، جو بول نہیں سکتا تھا لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وہ کسی کام کی قدرت ہی نہیں رکھتا ایسا گونگا ہے کہ جس کو کچھ بھی نہیں کرنا آتا بلکہ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ وہ تو بوجھ ہے اپنے مولا پہ۔ اَيْنَمَا يُوَجِّههُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ اس کو جدھر بھی بھیجتا ہے کبھی خیر کی خبر نہیں لاتا۔ مالک پر بوجھ ہے۔ مالک اس کو کھلاتا پلاتا ہے۔

بتاؤ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ کیا یہ برابر ہے؟

اُس شخص کے، اب دوسرا کردار ہے وَمَنۡ يَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ ۙ جو حکم دیتا ہے عدل کا وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ اور وہ سیدھی راہ پر قائم ہے۔ یہ دو قسم کے غلام ہیں۔ ایک بہت عقلمند اچھے کام کرنے والا اور ایک بالکل ہی گونگا، دونوں برابر نہیں، تو اَحَدُهُمَاۤ اور مشرک کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ یہ جو پہلا شخص ہے بُكۡمٌ بہرا گونگا ہے، مشرک ہے، اللہ کی بات نہ ماننے والا۔ اور دوسرا نیکیوں میں بھاگنے والا ہے۔

ساری بات میں سے بات کیا نکلی کہ اللہ نے جو بندے بنائیں ہیں ان سب کی کچھ حدود رکھی ہیں۔ اللہ کا کام کر کے ہم اللہ کے غلام ہو جاتے ہیں۔ اگر اپنی زندگی، جو تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے اس کو جاوداں کرنا ہے تو ہم سب اس کو اللہ کے راستے میں لگادیں۔ جو وہ قدر کرے گا دوسرے نہیں کریں گے۔ لیکن اس پہ بڑا دل گھٹتا ہے۔ ساری زندگی ہم اپنے اوپر لگاتے ہیں۔ وقت، کوشش، سکیلز، بچوں رشتے داروں پہ کتنا لگاتے ہیں۔ ہم تو اپنی جوانی بچوں کو دے کے بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اگر اللہ کو دے دیں تو دیکھیں پھر اللہ آپ کی کتنی قدر کرتا ہے تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ آؤ میں آپ کو اپنی قدرت دِکھاؤں۔

وَلِلّٰهِ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ وَمَاۤ اَمۡرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۷۷﴾ اور آسمانوں اور زمین کا علم خدا ہی کو ہے اور (خدا کے نزدیک) قیامت کا آنا یوں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلد تر۔ کچھ شک نہیں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

لفظ كَلَمۡحِ اردو میں ہم لمحے کہتے ہیں۔ نگاہ کی لپک کو کہتے ہیں۔

ایک نگاہ کو اٹھائیں اور لگائیں، اس کو لپک کہتے ہیں۔ یعنی صرف آنکھ اٹھانے کے وقت میں قیامت آ سکتی ہے کیونکہ اسرافیل صور کو منہ کے ساتھ لگائے ہوئے اشارے کے منتظر ہیں اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ‌ؕ بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ اور اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

دنیا میں ہم کہتے ہیں کہ فلاں کے ہاتھ بہت بڑے ہیں، فلاں کے پاس اتھارٹی ہے، وہ تو اشاروں میں کام کروادیتے ہیں۔ لیکن کیا دنیا میں کسی کے پاس اتنی طاقت ہے کہ پلک جھپکنے میں دنیا تباہ ہو جائے۔ تو جو رب لمحوں میں بگڑے ہوئے کام بنا سکتا ہے پھر اس سے تعلق جوڑ کر انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے۔

آخری نعمت کا ذکر ہے آج کے سبق میں آیت نمبر 77 اور 78 میں؛

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾ اور خدا ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے شکم سے پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ اور اس نے تم کو کان اور آنکھیں اور دل (اور اُن کے علاوہ اور) اعضا بخشے تا کہ تم شکر کرو۔

تیسری دفعہ اس سبق میں لفظ بُطُوْنِ آرہا ہے، گائے کا بطن، شہد کی مکھی کا بطن اور ماں کا پیٹ۔ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا۔ بچہ کتنے اندھیرے میں ہوتا ہے۔ تین جھلیوں میں ہوتا ہے، پیٹ کا اندھیرا، رحم کا اندھیرا اور اس جھلی کا اندھیرا جس کے اندر بچہ ہوتا ہے۔ کہا تمہارے ماؤں کے پیٹوں سے نکالا۔ کیا حال تھا تمہارا لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ تم تو کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ جب دنیا میں آئے تھے تو بول سکتے تھے، پڑھ سکتے تھے، لکھ سکتے تھے، کچھ نہیں کر سکتے تھے، تو ہم سوچ سکتے ہیں کہ دنیا میں آنے کے بعد انسان اتنا اکڑ سکتا ہے۔ ہاں جب دنیا میں آیا تو اس کے بعد ہم نے کیا کیا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ پھر ہم نے تمہارے کان تمھاری آنکھیں تمہارے دل بنائے۔ یہ اللہ کی شان ہے پھر وہ انسان سے کام لیتا ہے۔ اور یہ جو لفظ اَفْـِٕدَةَ ۙ ہے فواد ہے جذبات، احساسات، فواد کی جمع ہے اور الْاَبْصَارَ بصر کی جمع ہے اور السَّمْعَ ہے یہ اسم جنس ہے۔ واحد، جمع، مذکر، مونث سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں مراد ہے کان، تینوں چیزوں کو ہاتھ لگا کے دیکھیں، کانوں کی جگہ سیدھے چھید ہوتے، آنکھوں کی جگہ پر صرف ایک لائن لگی ہوتی تو کیا بنانے کے بعد وہ پوچھے گا نہیں کہ ان کا کیا استعمال کیا تھا۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر چھتیس میں آتا ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ

مَسْـُٔوْلًا ایک ایک کے بارے میں ان سے سوال کیا جائے گا۔ کیا کر کے آئے ہو اور لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر ادا کرو۔ ہم ان چیزوں کو سجاتے رہتے ہیں۔ آنکھوں کو اور سجالیا کانوں میں بھی کچھ پہن لیتے ہیں۔ دل میں بھی کیا ارمان رکھے ہوتے ہیں۔ لہذا تم ان سے غور و فکر کرو۔ اس سبق کی آخری آیت ہے۔

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٧٩﴾

کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی ہوا میں گھرے ہوئے (اُڑتے رہتے) ہیں۔ ان کو خدا ہی تھامے رکھتا ہے۔ ایمان والوں کے لیے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

ایسے لگ رہا ہے کہ اللہ تعالی ہر چیز دکھانا چاہ رہا ہے۔ وہ پرندے کیسے ہیں مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ وہ آسمانوں کی فضاؤں میں مسخر ہیں۔ لفظ مُسَخَّرٰتٍ مسخر کی جمع ہے، تابع فرمان جَوِّ زمین و آسمان کے درمیان کی جگہ کو کہتے ہیں۔ فضا اور کھلی جگہ کو بھی جَوِّ کہتے ہیں اس کے اوپر اور نیچے خلا ہوتا ہے۔ تو پرندے کہاں اڑتے ہیں جہاں ہوا کا پریشر ان کیلئے بہتر ہوتا ہے۔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں تھامتا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ بے شک اس میں اس قوم کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتی ہے۔ یعنی کبھی اڑتے ہوئے آسمان پر پرندے کو دیکھ کر سوچو کہ اللہ نے ان کو تھاما ہوا ہے، تو مجھے نہیں تھام سکتا۔ اڑتے ہوئے پرندے کے گرنے کے زیادہ خطرے ہیں اور ہم چلتے ہوئے انسانوں کے گرنے کے خطرے ہیں۔ جب کبھی ہدایت کے سفر سے پاؤں لڑکھنے لگیں تو فوراً دعا کریں کہ اے اللہ تو پرندوں کو بھی تھامتا ہے، تو تُو ہماری بھی مدد کر۔ پرندے کیسے اڑتے ہیں، ان پرندوں میں ٹیم ورک دکھتا ہے۔

پوری سورت نحل کائنات سے سبق لینا سکھا رہی ہے کہ ہم کبھی اپنے آپ کو نہ بھولیں کہ کس طرح سے انسان اللہ کے کام کرے۔ پرندوں کے اڑنے کا بھی ایک خوبصورت انداز ہوتا ہے۔ اگر کائنات میں غور و فکر کریں پرندے فِي السَّمَآءِ میں اڑتے ہیں۔ ان کے پر ہلکے ہوتے ہیں ان کا وزن بہت کم ہوتا ہے، ان کی ہڈیاں کھوکھلی ہوتی ہیں۔ اگر بھاگنا ہے تو وزن ہلکا رکھیں۔ اور اگر پاؤں پسارنے ہیں تو پھر سامان جمع کر لیں وہ سامان کہیں نہیں جانے دیتا، جتنی مرضی کوشش کر لیں۔ جب پرندے اڑتے ہیں تو ایک پرندہ سب سے آگے ہوتا ہے جو ان کا لیڈر ہوتا ہے۔ یہ وی شکل میں اڑتے ہیں اور پھر ہوا کا بھی بیلنس ہو جاتا ہے۔ دیکھنے میں یہ پرندہ سب سے آگے لگ رہا ہے لیکن مشکلات اس کے لئے زیادہ ہیں۔ لیکن باقی سب کو سپورٹ ملتی ہے۔ "ٹیم ورک"۔ انسان کے لیے اس دنیا میں اکیلے جینے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ پوری کائنات یہی بول کے بتاتی ہے۔ اب اگر ان میں سے کوئی ایک پرندہ تھک جاتا ہے تو وہ پیچھے آ جاتا ہے۔ اور پیچھے والا آگے چلا جاتا ہے۔ ایک پرندہ تھک کے پیچھے رہنا چاہتا ہے اور دوسرے آگے چلے جاتے ہیں۔ وہ اکیلا ادھر نہیں رہے گا بلکہ اس کے ساتھ دوسرے سپورٹ دینے کے لیے آ جائیں گے۔ یہ ان کو کون سکھاتا ہے؟ مَا يُمۡسِكُهُنَّ جب جہاز کو اوپر دیکھتے ہیں تو یہ آیت اور سورۃ ملک کی آیت ذہن میں آ جاتی ہے کہ اللہ اس جہاز کو گرنے سے تو نے ہی بچانا ہے۔ یہ ان کے انجن نہیں بچائیں گے۔ تیری شان ہے اور کبھی شام کو پرندوں کو گھر جاتے دیکھیں کیا خوبصورت منظر ہوتا ہے۔ ان کی ٹیچر کون ہے؟ ان کی پروگرامنگ اللہ تعالی نے اندر کی ہوتی ہے۔ جب ہم کسی جگہ سے نکل کے جاتے ہیں تو ہمارا کیا حال ہوتا ہے۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالی ہمیں آرگنائز کر دے۔ ایک جیسے لوگ زیادہ سجتے ہیں خوبصورت لگتے ہیں۔